تفسیر" المیزان" کا اجمالی تعارف

شیخ محمد علی توحیدی

مؤلف کا تعارف

اس بے مثال تفسیر کے مفسر عالم اسلام کے مایہ ناز فلسفی علامہ شہیر آیۃ اللہ محمد حسین طباطبائیؒ ہیں۔ دامن روزگار میں اس قسم کی شخصیتیں کم ہی نظر آتی ہیں۔ وہ فلسفہ وتفسیر کے آسمان پر آفتاب کی طرح چمکے اور ہمیشہ چمکتے رہیں گے۔ وہ فلسفہ وتفسیر اور دیگر علوم میں لافانی کتابوں کے مصنف ومؤلف ہیں اور شہید مطہری، آیت اللہ جوادی آملی، آیت اللہ موسیٰ صدر اور آیت اللہ بہشتی جیسی عالم اسلام کی عظیم اور دانشمند شخصیات کو پروان چڑھانے والی شخصیت بھی ہیں۔ ان کے شاگردوں نے اسلام اور انقلاب اسلامی کی مشعل کو عالمی سطح پر روشن کیا۔

نام ونسب :

محمد حسین بن محمد بن محمد حسین بن حاج میرزا علی اصغر شیخ الاسلام۔ علامہ کا سلسلہ نسب حسن مثنیٰ بن امام حسن مجتبیٰ سے جاملتا ہے۔ علامہ کے القاب حسنی، حسینی اور طباطبائی ہیں۔

۲۹ ذی الحجۃ ۱۳۲۱ ہجری کو بمقام تبریز آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ ایک علمی اور مذہبی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ ۱۳۴۴ھ ق یعنی اپنی زندگی کے ۲۳ سالوں تک تبریز ہی میں رہے اور ابتدائی تعلیم وہاں سے حاصل کی۔ ۱۳۴۴ھ ق میں اعلیٰ علمی مدارج حاصل کرنے کے لیے نجف اشرف چلے گئے ۱۳۵۴ھ ق تک دس سال وہاں حصول علم میں مگن رہنے کے بعد تبریز واپس آئے اور تقریباً گیارہ سال کا عرصہ تبریز میں گزار کر ۱۳۶۵ھ ق، میں شہر علم و اجتہاد قم میں تشریف لے گئے۔

علامہ نے اپنے خاندان کے صاحبان علم فضل کے پاس تبریز ہی میں علم کے کئی مراحل طے کیے علامہ طباطبائیؒ نے فقہ واصول کا علم علامہ شیخ محمد حسین اور علامہ محمد حسین کمپانی سے حاصل کیا علم فلسفہ میں آپ کے استاد سید

حسین باد کوبہ ای تھے۔ ریاضیات کا علم سید ابو القاسم خوانساری سے حاصل کیا اور اخلاقیات و عرفان میں آپ کے استاد گرامی حضرت میرزا علی قاضی تھے۔

علامہ نے اپنے زمانے کے عظیم فقہاء و مجتہدین سے اجتہاد و روایت کی اجازت حاصل کی۔ ۱۳۶۴ ہجری قمری سے علامہ نے شہر قم میں فلسفہ و تفسیر کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور بہت جلد علامہ کا علمی مقام نمایاں ہو گیا اور آپ حوزہ علمیہ قم کے بزرگ مدرسین میں شمار ہونے لگے۔

علامہ کا رابطہ ملکی اور غیر ملکی دانشمندوں مثلاً پروفیسر ہنری کربن وغیرہ کے ساتھ برقرار رہتا تھا۔ مختلف علمی مسائل پر مثلاً دین اور فلسفہ وغیرہ پر بحث و گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا تھا جو کتابی شکل میں بھی چھپ چکا ہے۔ حوزہ علمیہ قم میں اپنی بابرکت زندگی کے دوران علامہ کی زیادہ تر توجہ درج ذیل امور پر رہی۔

۱) ان عقلی علوم کا احیاء جو علمی مراکز میں ایک مدت سے متروک ہو چکے تھے مثلاً فلسفہ و علم کلام وغیرہ چنانچہ علامہ نے ابن سینا کی کتاب "الشفاء" اور ملا صدرا کی کتاب "اسفار" کی باقاعدہ تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ نیز علوم قرآنی اور تفسیر وغیرہ پر توجہ کے دائرے کو وسیع کیا۔

۲) فلسفہ، کلام اور تفسیر وغیرہ میں علمی شخصیات کی تربیت۔ چنانچہ بعد میں ان کے بہت سے شاگرد ان علوم میں درجہ اجتہاد کو پہنچے اور ان کا علمی مقام عالمگیر شہرت حاصل کر گیا۔

آپ کے شاگردوں میں آیۃ اللہ شہید مطہری، آیۃ اللہ ڈاکٹر بہشتی، ڈاکٹر مفتح، آیۃ اللہ جوادی آملی، آیۃ اللہ محمدی گیلانی اور آیۃ اللہ مصباح یزدی جیسی علمی اور منفرد شخصیات شامل ہیں۔

۳) مختلف تخصصی اور غیر تخصصی موضوعات پر تصنیف و تالیف کا کام۔ تفسیر المیزان کے علاوہ آپ کی بعض اہم کتابوں کے نام یہ ہیں:

(۱) اصول فلسفہ و روش ریالیسم (فلسفہ)	(۲) اعداد اول (ریاضیات)
(۳) بدایۃ الحکمۃ (فلسفہ)،	(۴) نہایۃ الحکمہ (فلسفہ)
(۵) حاشیہ اسفار (فلسفہ)	(۶) حاشیہ بحار الانوار (حدیث)
(۷) حاشیہ اصول کافی (حدیث)	(۸) حاشیہ کفایہ (علم اصول)
(۹) شیعہ در اسلام (عقائد)	(۱۰) قرآن در اسلام (عقاید)

مختلف موضوعات پر درجنوں دیگر کتب و رسائل جن کے ذکر کی گنجائش نہیں علامہ نے تحریر فرمائی ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعے سے ان کے علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے۔ علامہ طباطبائی کے بارے میں میں آیۃ اللہ شہید مطہری فرماتے ہیں:

یہ مرد، حقیقی معنوں میں اسلام کے عظیم خدمتگاروں میں سے ایک ہے۔ وہ تقویٰ اور روحانیت کا حقیقی مجسمہ ہے۔ انہوں نے تقویٰ اور تہذیب نفس کے بہت بلند مراحل کو طے کیا ہے۔ میں اس عظیم شخصیت کی برکات سے سالہا سال تک فیض یاب ہوتا رہا ہوں۔

تفسیر المیزان کے بارے میں میں آیۃ اللہ شہید مطہری فرماتے ہیں :

ان کی تفسیر "المیزان" قرآن کی بہترین تفاسیر میں سے ایک ہے۔ میں دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ صدر اسلام سے لے کر اب تک لکھی جانے والی شیعہ و سنی تفاسیر میں یہ سب سے بہترین تفسیر ہے۔ وہ (علامہ) بہت عظیم و جلیل القدر انسان ہیں۔

وہ ایک ایسے انسان ہیں جن کے افکار کو سو سال بعد کے لوگ نئے سرے سے سمجھنے کی کوشش کریں گے اور ان کی قدر و قیمت سے آشنا ہوں گئے۔ علامہ طباطبائی کے بعض فلسفی نظریات عالمگیر نوعیت کے ہیں اور شاید پچاس یا ساٹھ سالوں کے بعد ان کے نظریات کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے۔

صرف ایران ہی نہیں بلکہ عالم اسلام انہیں پہچانتا ہے۔ صرف عالم اسلام ہی نہیں بلکہ یورپ اور امریکہ کے غیر مسلم اسلام کے بارے میں معلومات رکھنے والا مستشرقین بھی ان کو ایک عظیم مفکر کی حیثیت سے پہچانتا ہے۔"(۱)

رسالہ مجلۃ الاسلام، مصر سال ہشتم، شمارہ دوم کا تبصرہ :

تفسیر المیزان عظیم اور حیرت انگیز علمی قوت اور بیان رسا کے ساتھ بحث کو آگے بڑھاتی ہے۔ اس کتاب میں ممکنہ حد تک مذہبی تعصب، نیز مذہب کے بارے میں سہل انگاری و بے توجہی سے اجتناب کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں کلام الٰہی کو سمجھنے کا معیار خود قرآن ہے اور اس میں قرآن کی بعض آیات کی تفسیر آیات سے کی گئی ہے۔ (۲)

فہد ابن عبد الرحمان "اتجاهات التفسير فى القرآن' الرابع عشر" (ج ا،ص ۲۴۹۔۲۵۰) میں رقمطراز ہیں "یہ کتاب عام لوگوں کے لیے نہیں لکھی گئی بلکہ دانشوروں اور محققین کے لیے ہے۔

اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بعض آیات پر تفصیلی اور جامع بحث کی گئی ہے۔ اس طرح کی بحثوں کے دوران ہر موضوع کے تمام پہلوؤں پر خوب توجہ دی گئی ہے۔

میں اس عقلی قوت پر حیرت زدہ ہوں جس نے اسے معانی کے بکھرے ہوئے سمندر کی گہرائیوں میں غوطہ زن کیا اور جس کی بدولت وہ پیچیدہ و عمیق حقایق کو واضح صورت میں اذہان کے سامنے پیش کرتی ہے۔ (۳)

محمد مخام مصری کہتے ہیں : ہم نے تفسیر المیزان کو سب سے بہترین تفسیر پایا ہے اور ہم نے اس کی اٹھارویں جلد تک کا مطالعہ کیا ہے۔ (۴)

اس صدی کے مشہور مفسر ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی جنہوں نے تفسیر المنیر لکھی ہے کہتے ہیں کہ وہ المیزان کو

قرآنی تحقیقات کا اہم ماخذ سمجھتے ہیں اور انہوں نے اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔(۵)

آیۃ اللہ سید محمد حسین تہرانی کہتے ہیں :

یہ تفسیر اس قدر دلکش اور دل نشین ہے کہ اسے اسلام اور تشیع کے عقاید کے سند کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ نیز کہتے ہیں :"اس حقیر کے پاس سو سے زیادہ شیعہ و سنی تفاسیر ہیں اور میں ان کا مطالعہ کرتا رہا ہوں لیکن میں نے کسی تفسیر کو المیزان سے زیادہ دلنشین لذت بخش اور جامع نہیں پایا۔ گویا المیزان کی موجودگی میں دیگر تفاسیر کی اتنی ضرورت باقی نہیں رہتی یہ خیال صرف میرا ہی نہیں بلکہ بہت سے علماء و مفکرین اور محققین نے بھی اس خیال کا اظہار کیا ہے۔"

آیۃ اللہ طہرانی کے بقول لبنان کے معروف عالم و مصنف شیخ جواد مغنیہ کہتے ہیں۔ جب سے تفسیر المیزان میرے ہاتھ آئی ہے میں نے اپنے کتابخانے کو خیرباد کہہ دیا ہے اور میرے مطالعے کی میز پر ہمیشہ المیزان ہی رہتی ہے۔ (۶)

تفسیر المیزان کا تفسیری اسلوب

بیس جلدوں کی صورت میں آٹھ ہزار اکتالیس صفحات پر مشتمل یہ عظیم تفسیر اب تک کئی بار چھپ چکی ہے۔ تفسیر عربی زبان میں لکھی گئی ہے اور اس کا فارسی ترجمہ بھی منظر عام پر آ چکا ہے۔ اس تفسیر کی ابتداء علامہ طباطبائیؒ کے ان درسوں سے ہوئی جو وہ حوزہ علمیہ قم کے تشنگان علوم الٰہی کے لیے دیا کرتے تھے۔

ان درسوں کو کتابی شکل دینے کے لیے شاگردوں کے اصرار کے پیش نظر علامہ نے کمر ہمت باندھ لی یوں کوئی ۵۴ سال قبل یعنی ۱۳۷۵ھ۔ق، میں تفسیر المیزان کی پہلی جلد چھپ کر منظر عام پر آئی پھر باقی انیس جلدیں بھی یکے بعد دیگرے منظر عام پر آتی رہیں۔ علامہ کے ہاتھوں آخری بیسویں جلد کی تکمیل ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ۔ق، جون کو اٹھائیس سال قبل ہوئی۔

تفسیر کا نام المیزان رکھنے کی وجہ شاید یہ ہو کہ علامہ نے مختلف مقامات پر ایک ہی آیت یا موضوع کے بارے میں مختلف مفسرین اور دانشمندوں کے نظریات و بیانات کا تجزیہ و تحلیل کرنے کے بعد ان میں سے بعض نظریات کی تائید اور بعض آراء کو رد کرنے کی روش اپناتے ہیں۔ یہاں ہم تفسیر المیزان کے تفسیری اسلوب کی بنیادی خصوصیات کی طرف مختصر سا اشارہ کریں گے۔

(۱) قرآن کی کسی سورت کی تفسیر بیان کرتے وقت علامہ اس سورت کی آیات کو مختلف حصوں میں تقسیم کرتے ہیں کیونکہ مختلف آیات کا سیاق یا ہدف مشترکہ ہوتا ہے۔ ہر حصہ ایک سے لے کر چند آیات پر مشتمل ہوتا ہے۔ البتہ قرآن کی مختصر سورتوں کی تفسیر کرتے وقت وہ غالباً ایسا نہیں کرتے اور ہر سورت کی آیات پر ایک ساتھ بحث کرتے ہیں۔

(۲) ہر سورت کی ابتداء میں اس سورت کے بنیادی مقاصد کا ذکر کرتے ہیں۔ معاصر مفسرین کی طرح علامہ کا

نظر یہ بھی یہ ہے کہ قرآن کی تمام سورتوں میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے نیز قرآن کی ہر سورت کا ایک خاص ہدف اور مطمع نظر ہوتا ہے۔ جس کو سمجھنے کے لیے اس سورت کے تمام مفاہیم کو سمجھنا ضروری ہے۔(۷)

چنانچہ سورۃ مائدہ کی تفسیر کے آغاز میں علامہ عہد و پیمان کی پابندی اور بد عہدی کو اس سورت کا بنیادی مقصد قرار دیتے ہیں جبکہ یہ سورت حدود و قصاص کے متعدد احکام نیز حضرت عیسی اور ان کے ساتھیوں پر آسمانی مائدہ کے نزول' فرزندان آدم کے قصے' بنی اسرائیل کے متعدد مظالم اور خدا کی نعمتوں کو بھی بیان کرتی ہے۔ علامہ ہر سورت کی تفسیر کے آغاز میں اس سورت کے ان متعدد اہداف کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو سورت کے اصلی ہدف کے ماتحت واقع ہوتے ہیں۔ چنانچہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۸ سے آیت نمبر ۲۴۲ تک کی تفسیر کے ضمن میں کہتے ہیں ان آیات میں طلاق' عدت اور مطلقہ عورت کے اپنے بچے کو دودھ پلانے کے احکام بیان ہوئے ہیں نیز ان کے ضمن میں نماز کے بعض احکام کا بھی تذکرہ ہوا ہے۔ دیگر مقامات پر بھی علامہ طباطبائی نے یہی روش اپنائی ہے۔

(۳) ہر سورت کی ابتداء میں مکی اور مدنی آیات کی طرف اشارہ اور کبھی اس سلسلے میں مختلف آراء کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے مضبوط دلائل کی روشنی میں ان میں سے بعض کو رد کرتے ہیں۔

(۴) قرآن کے مختلف الفاظ کی وضاحت کرتے وقت وہ لغت اور تفسیر کی اہم کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں اور لغت کی تمام کتابوں پر بحث نہیں کرتے۔ بطور مثال قرآن کی آیت "و لقد خلقنا الانسان من صلصال من حماء مسنون و الجان خلقناه من قبل من نار السموم" کی تفسیر کرتے وقت "مفردات راغب" کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں:

116

صلصال سے بنیادی طور پر وہ آواز مراد ہے جو کسی خشک چیز سے آئے اسی لیے میخ سے آنے والی آواز کو "صل المسمار" کہتے ہیں۔ گل خشک کو بھی اسی لیے صلصال کہا گیا ہے۔ "سموم" سے مراد وہ گرم ہوا ہے۔ جو زیریلے اثر کی حامل ہوتی ہے۔

اسی طرح قرآن کی آیت "وسیق الذین کفروا الی جهنم زمراً" کے ضمن میں لفظ زمر کی وضاحت کے لیے "صحاح" کا حوالہ دیکر فرماتے ہیں زمر لوگوں کی جماعت کو کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ علامہ کی نظر میں شاعروں کے کلام یا اشعار کی بنیاد پر دینی حقایق ثابت نہیں ہوتے لیکن بعض الفاظ کے کسی خاص مفہوم میں استعمال کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کبھی اشعار کو بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ مثلاً قول خداوندی یبین الله لکم ان تضلوا کی تفسیر میں کہتے ہیں اس سے مراد ہے "حذر ان تضلوا یا لئلا تضلوا" (یعنی ہم نے احکام کو بیان کیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ تم گمراہ ہو جاؤ یا تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔)

یہ استعمال عربوں کے نزدیک عام ہے چنانچہ عمرو بن کلثوم کہتا ہے۔ فعجلنا القری ان تشقمونا یعنی ہم نے تمہاری آؤ بھگت میں جلدی کی تاکہ کہیں تم ہمیں برا بھلا نہ کہو۔" (۸)

یہاں علامہ نے لفظ "ان" کے استعمال کی طرف اشارہ کرنے کے لیے عمرو بن کلثوم کے مصرعہ کا حوالہ دیا ہے۔

(۵) علامہ طباطبائی کبھی قرآنی آیات کے مفہوم کو زیادہ سے زیادہ واضح کرنے کے لیے بلاغت کی ایک یا ایک سے زیادہ صورتوں (مثلاً طریقہ التفات، نکرہ کے استعمال، حذف اور استعارہ وغیرہ) کی طرف اشارہ کرتے ہیں چنانچہ کلام خداوندی "الذین کفروا لھم عذاب شدید" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: عذاب کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے لفظ عذاب کو نکرہ (الف لام کے بغیر) لایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں جہنم کا عذاب ایک ہی نوعیت کا نہیں اس لیے الف لام (علامت معرفہ) کا اضافہ نہیں کیا گیا کیونکہ لوگوں کے کفر و فسق کے درجات مختلف ہونے کی مناسبت سے جہنم کے درجات بھی مختلف ہیں۔ بنابریں لفظ عذاب کو بطور نکرہ لانا مناسب تر تھا۔(۹)

(۶) علامہ سیاق کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف آیات کو سمجھنے کے لیے سیاق کی دلالت سے مدد لیتے ہیں اور کبھی بعض نظریات کو سیاق سے مطابقت نہ رکھنے کی بنا پر رد کرتے ہیں۔ سیاق کی مدد سے کبھی بعض آیات کے مدنی یا مکی ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں کبھی بعض روایات کی نفی یا تائید کرتے ہیں اور مبہم الفاظ کا تشریح کرتے ہیں۔ علامہ بعض آیات کی تفسیر کچھ دیگر آیات سے کرتے ہیں لیکن ایسا کرتے وقت سیاق کے تقاضوں سے مطابقت کا بھی خیال رکھتے ہیں۔

علامہ کہتے ہیں کہ قرآنی آیات ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔ نیز کہتے ہیں: ہم نے آیات کی تفسیر کے لیے بنیادی طور پر خود ان آیات نیز دیگر آیات میں غور و فکر اور احادیث سے مدد لینے کی روش اپنائی ہے۔ یہ وہ اسلوب ہے جس کی ترغیب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے اہل بیتؑ نے اپنی احادیث میں دی ہے۔ اگرچہ بعض دوسرے مفسرین نے بھی یہ روش اپنائی ہے لیکن علامہ طباطبائی نے اس اسلوب کو اس کی بلندیوں اور وسعتوں تک پہنچا دیا ہے۔ تفسیر المیزان میں علامہ کے اس اسلوب (قرآن کی بعض آیات کی تفسیر دوسری آیات سے کرنے کی روش) کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

علامہ کی نظر میں قرآن کی آیت "وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (۱۲) میں خلافت سے مراد حضرت آدم کی انفرادی خلافت نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد زمین پر تمام انسانوں کی جانشینی ہے۔ یعنی خدا نے نوع انسانی کو زمین پر اپنا جانشین قرار دیا ہے۔ خلافت کے اس عام مفہوم کی تائید میں علامہ نے قرآن کی دیگر آیات مثلاً اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ (۱۳) (جب اس نے قوم نوح کے بعد تم لوگوں کو جانشین بنایا نیز ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ (۱۴) (پھر ہم نے تم لوگوں کو زمین پر جانشین قرار دیا) اور وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ

الْاَرْضِ (اور تمہیں زمین پر جانشین بناتا ہے۔) (۱۵) وغیرہ سے استدلال کیا ہے۔

قرآن کی بعض آیات کی تفسیر دوسری آیات سے کرتے وقت علامہ طباطبائی نے جن مختلف زاویوں اور اسالیب سے کام لیا ہے ان سب کے مفصل ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔ البتہ ہم بعض موارد کی طرف مختصر اشارہ کریں گے۔

الف۔ کبھی کسی مبہم یا مجمل قرآنی مفہوم کی وضاحت کے لئے دوسری آیات سے مدد لیتے ہیں۔

ب۔ کسی لفظ یا الفاظ کے متعدد معانی میں سے ایک معنی کو ترجیح دیتے ہوئے اس معنی کی تائید کے لئے دیگر آیات کو پیش کرتے ہیں۔

ج۔ کسی خاص اصطلاحی معنی کی وضاحت کے لئے دیگر آیات سے مدد لیتے ہیں۔

۸۔ بہت سے مقامات پر علامہ مختلف مفسرین کی آراء بیان کرنے کے بعد ان میں سے بعض کی تائید کرتے ہیں اور بعض کو ردّ کرتے ہیں۔ وہ مختلف اقوال کا تجزیہ کرتے وقت اپنی آزاد اندیشی سے کام لیتے ہیں اور بے جا تعصبات سے اجتناب کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی مفسرین کی غالب اکثریت کی بھی مخالفت کرتے ہیں۔

۹۔ علامہ صرف شیعہ مفسرین کے اقوال و نظریات ہی کو بیان نہیں کرتے بلکہ وہ اہل سنت کی بھی بہت ساری کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں۔ اس سے علامہ کی وسعت فکری، عدم تعصب، معتدل مزاجی اور جامع طرز فکر کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۰۔ چونکہ علامہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کرنے کے عمل کو زبردست اہمیت دیتے ہیں لہذا ان کے اسلوب میں تفسیر موضوعی کا رنگ بھی نظر آتا ہے اور متعدد جگہوں پر ایک ہی موضوع سے مربوط متعدد قرآنی الفاظ و آیات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

۱۱۔ علامہ طباطبائی تفسیر المیزان میں علمی گتھیوں کو سلجھانے اور مختلف نظریات کا تجزیہ کرنے کے لئے جا بجا "اِن قُلتَ قُلتُ" یعنی سوال و جواب کی روش اپناتے ہوئے نظر آتے ہیں جو کسی مسئلے کو سمجھانے کا آسان و سہل طریقہ سمجھا جاتا ہے۔

علامہ اپنے نظریات کو بیان کرنے کے بعد اس کے قطعی ہونے کا دعویٰ کرنے کی بجائے واللہ اعلم (اللہ بہتر جانتا ہے) جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اس کی وجہ شاید تکبر اور فکری استبداد سے دوری، مسائل دینی میں احتیاط اور تفسیر بالرائے سے اجتناب کا جذبہ ہو۔

۱۲۔ علامہ طباطبائی بعض قرآنی موضوعات کی اہمیت کے پیش نظر ان پر جامع اور معلوماتی بحث کرتے ہیں تاکہ ان کی حقیقت کھل کر سامنے آسکے۔ انبیاء کی عصمت، نبوت اور عذاب وغیرہ کی بحث میں علامہ نے یہی طریقہ اپنایا ہے (۱۶)

۱۳۔ علامہ اپنے تفصیلی بیانات کا خلاصہ چند جملوں میں بیان کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ بطور مثال مسئلہ محکم

ومتشابہ اور مسئلہ تاویل کے بارے میں انہوں نے اپنی تفصیلی بحثوں کا خلاصہ چند نکات کی صورت میں بیان کیا ہے۔

۱۴۔ علامہ نے عصر حاضر کے افکار و نظریات اور مفاہیم پر خاص توجہ دی ہے انہوں نے وقت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس قسم کے مسائل پر خصوصی عنوانات کے تحت بحث کی ہے مثال کے طور پر عورت اور اس کی معاشرتی حیثیت کے بارے میں قرآن کا نقطہ نظر بیان کیا ہے۔(۱۷)

اسلامی معاشرے میں مسلمانوں کے باہمی روابط آزادی اور اسلامی معاشرے کی قیادت ڈارون کے نظریہ ارتقاء، سوشلزم، سرمایہ داری، غلامی اور تحریف قرآن کی نفی وغیرہ پر تفصیلی بحث فرمائی ہے۔

۱۵۔ کسی آیت یا موضوع پر بحث کے وقت علامہ مزید توضیحات کے لئے کسی اور مقام کا حوالہ دیتے ہیں تاکہ اس موضوع پر بحث میں کوئی تشنگی رہ گئی ہو تو وہ دوسری جگہ دور ہو جائے اور تفسیر موضوعی کی روش پر بھی عمل ہو۔ کبھی تو وہ پوری آیت کی تفسیر کے لئے کسی اور مقام کا حوالہ دیتے ہیں جیسا کہ وآیتینا عیسیٰ ابن مریم البینات کی تفسیر کے دوران ایسا کیا ہے(۱۸) نیز اگر کسی آیت کے مفہوم پر پہلے بحث کر چکے ہوں تو اس کا دوبارہ تکرار نہیں کرتے۔ اس روش کی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ بے جا تکرار اور طوالت سے بچا جائے۔

بہت سے معنوں پر علامہ کسی قول یا موضوع کے بارے میں مفسرین کے اختلافات کی تفصیلات کے لئے تفسیر کی دیگر کتابوں کی طرف رجوع کرنے کی تلقین کرتے ہیں جیسا کہ "آذر" کے بارے میں مفسرین کے اختلافات کے مسئلے میں ایسا کیا ہے۔(۱۹) آیات کی تفسیر کے دوران بہت سی روایات کے ذکر سے اجتناب کرتے ہیں بشرطیکہ ان کے عدم ذکر سے آیت کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

۱۶۔ قرآنی قصوں کا ذکر کرتے وقت وہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کرنے کی روش اپناتے ہیں کسی قرآنی قصے پر روشنی ڈالتے وقت اس سے مربوط آیات کو مختلف سورتوں سے جمع کرتے ہیں اور نزول کی تاریخوں کی ترتیب سے ان کو مرتب کرتے ہیں۔ قرآنی کہانیاں تفسیر موضوعی کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور کامل تر شکل میں سامنے آتی ہیں۔ بطور نمونہ قوم عاد کے بارے میں تفسیر المیزان کا یہ بیان ملاحظہ ہو:

"ان کے بارے میں قرآن جو کہتا ہے وہ کچھ یوں ہے وہ عاد نامی قوم کے افراد تھے جنہیں کبھی اولین عاد کے نام سے یاد کیا گیا ہے(۲۰) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عاد کے نام سے ایک اور قوم بھی موجود رہی ہے جو قوم نوح کے بعد (۲۱) جزیرہ نمائے عرب میں واقع احقاف کے مقام پر رہتی تھی(۲۲) یہ لوگ بلند قد و قامت والے(۲۳) تنومند(۲۴) زبردست طاقتور(۲۵) مہذب و متمدن اور ترقی یافتہ تھے۔ ان کے شہر آباد اور ان کی زمینیں زرخیز تھیں نیز وہ شائستہ اور آبرو مند باغات، نخلستانوں، کھیتوں اور گھروں کے مالک تھے(۲۶)" الخ

قرآنی قصوں کی تفسیر میں روایات کا ذکر کرتے وقت علامہ حدیث، تفسیر، سیرت اور تاریخ کی کتب نیز تورات

وانجیل وغیرہ سے مدد لیتے ہیں وہ جعلی ضعیف روایات، اسرائیلیات اور ان روایات سے اجتناب کرتے ہیں جو عقائد حقہ میں مسلمہ اصولوں اور قرآنی نصوص کے بر خلاف ہوں۔

۱۷۔ علامہ قرآنی سورتوں کی فضیلت کے بارے میں منقول روایات کا ذکر کرنے میں سخت احتیاط کی روش اپناتے ہیں کیونکہ علماء ان میں سے اکثر روایات کو جعلی قرار دیتے ہیں مثال کے طور پر ابو عصمت نوح بن ابو مریم سے منقول حدیث کے متعلق جب اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ احادیث ابن عباس سے مروی ہیں تو اس نے جواب دیا چونکہ میں نے دیکھا کہ لوگ قرآن سے روگرداں ہو چکے ہیں اور اس کے بجائے ابو حنیفہ کی فقہ اور محمد ابن اسحاق کی کتاب المغازی پر توجہ دیتے ہیں تو میں نے یہ احادیث گھڑی ہیں۔(۲۷)

۱۸۔ علامہ نے تفسیر کے میدان میں دلائل نقلی کے علاوہ عقلی استدلالات سے بھی کام لیا ہے۔ عقل سلیم کی روشنی میں علمی استدلال مکتب تشیع کے امتیازات میں سے ایک ہے علامہ کے نزدیک قرآن کی تین سو آیات غور و فکر تدبر اور تعقل سے مربوط ہیں۔ علامہ کے بقول اللہ تعالیٰ قرآن کی ایک آیت میں بھی ہمیں بغیر تدبر و تعقل کے یا آنکھیں بند کر کے ایمان لانے کی دعوت نہیں دیتا۔(۲۸)

۱۹۔ علامہ طباطبائی عصر جدید کے عظیم فلسفی تھے۔ ان کی تفسیر میں متعدد مقامات پر فلسفی مباحث نظر آتے ہیں۔ وہ آیات قرآنی کو فلسفی نظریات کی تائید کے لئے استعمال نہیں کرتے۔ وہ خالص فلسفی اسلوب پر تنقید کرتے ہیں اور کہتے ہیں "فلسفی حضرات خاص کر مشاہین" اسی مشکل سے دوچار ہوئے ہیں جس سے متکلمین دوچار ہوئے تھے یعنی قرآن کے بارے میں بحث کے دوران وہ اس مشکل میں پھنس گئے کہ مسلمہ فلسفی نظریات کی تطبیق ان قرآنی آیات کے ساتھ کس طرح کی جائے جو بظاہر ان فلسفی نظریات سے متصادم نظر آتی ہیں اور ان آیات کی کیا تاویل کی جائے۔۔۔ انہوں نے ماوراء الطبیعی مسائل زمین و آسمان کی پیدائش، برزخ اور معاد کے بارے میں نازل شرعی آیات میں تاویل سے کام لیا(۲۹)

المیزان میں علامہ نے جن فلسفی مباحث کو چھیڑا ہے وہ آیات سے حاصل شدہ مفاہیم کی تائید کرتے ہیں۔ کبھی یہ مباحث ان فلسفی نظریات و اقوال کو رد کرنے کی غرض سے بیان کئے گئے ہیں جو قرآن و سنت کے ظہور سے متصادم ہوں۔

قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر

قرآن کی تفسیر مختلف چیزوں سے ہوتی ہے جن میں سے ایک خود قرآن ہے۔

امام انس و جان علی علیہ السلام نے قرآن کے بارے میں فرمایا ہے :

كتاب الله ينطق بعضه ببعض و يشهد بعضه على بعض

قرآن کے بعض حصے بعض دیگر حصوں کے بارے میں بتاتے ہیں اور ان پر شاہد ہیں۔(۳۰)

یعنی بعض حصوں کی وضاحت و تشریح بعض دوسرے حصوں سے ہوتی ہے۔ قرآن خود کہتا ہے۔

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ

ہم نے تیرے اوپر کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کا شافی بیان موجود ہے۔(۳۱)

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قرآن ہر شے کو تو واضح بیان کرے لیکن اپنے بارے میں کچھ نہ بتائے ؟ جیسا کہ علامہ طباطبائی تفسیر کی ابتدا میں اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

كتاباً متشابها مثاني

اس کتاب کی آیات ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور دہرائی گئی ہیں۔(۳۲)

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر سے کیا مراد ہے۔ تفسیر المیزان کی ایک عظیم خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب میں قرآن کے مختلف حصوں کی تشریح و تفسیر قرآن کے دیگر حصوں سے کرنے کی روش اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔

قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر کے بارے میں علامہ کا نقطہ نظر اور اس کا تنقیدی جائزہ :

چونکہ المیزان کی سب سے نمایاں خصوصیت قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر کا پہلو ہے۔ لہذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں ایک بے لاگ اور علمی تجزیہ پیش کیا جائے۔

علامہ طباطبائی المیزان کی تیسری اور نویں جلد میں فرماتے ہیں کہ قرآن اپنی توضیح و تشریح میں کسی اور چیز کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ اپنی وضاحت خود کرتا ہے البتہ قرآن کے ذریعے قرآن کو سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں بلکہ جو لوگ قرآن اور علوم قرآنی کے معاملے میں راسخ معلومات رکھتے ہیں اور خاص باریک بینی کے حامل ہیں' وہ غور و فکر کے ذریعے قرآن کی تفسیر قرآن کے ذریعے کر سکتے ہیں سوائے بعض مقامات کے' جو کہ مستثنیٰ ہیں۔ وہ المیزان میں فرماتے ہیں۔

قد مر فيما تقدم ان الآيات التى تدعو الناس عامة من كافر او مومن ممن شاهد عصر النزول او غاب عنه الى تعقل القرآن و تامله و التدبر فيه و خاصةً قوله تعالى اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْكَانَ مِنْ عِنْدِغَيْرِاللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْراً (۳۳)تدل دلالة و اضحة على ان المعارف القرآنيه يمكن ان ينالها الباحث بالتدبر والبحث وير تفع به ما يترائى من الاختلاف بنين الايات' والآية فى مقام التحدى و لا معنى لارجاع فهم معانى الآيات۔ والمقام هذا المقام۔ الى فهم الصحابة و تلامذتهم من التابعين حتى الى بيان النبیؐ

پہلے ذکر ہو چکا کہ جو آیات سب لوگوں (خواہ وہ کافر ہوں یا مومن ہوں' خواہ عصر نزول کے وقت حاضر ہوں یا حاضر نہ ہوں) کو قرآن میں غور و فکر اور تعقل و تدبر کی دعوت دیتی ہیں۔(خاص کر افلا یتدبرون القرآن والی آیت) اس بات پر صاف دلالت کرتی ہیں کہ انسان غور و فکر اور تحقیق کے ذریعے قرآنی معارف تک رسائی حاصل کر سکتا ہے اور اس طرح قرآن کے درمیان نظر آنے والا ظاہری اختلاف بھی اٹھ جاتا ہے۔ یہ آیت ایک چیلنج پیش کر رہی ہے۔ بنا بر ایں اس بات کی کوئی وجہ نہیں رہتی کہ قرآنی آیات کے فہم کو صحابہ اور ان کے تابعی شاگردوں کے فہم بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان سے منسلک کریں۔(۳۴)

علامہ نے جو تین دلائل قائم کئے ہیں ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

۱۔ قرآن اپنے آپ کو "نور" قرار دیتا ہے جبکہ "النور لا یستنیر بنور آخر" یعنی نور کی روشنی اپنی ہوتی ہے کسی اور نور کی بدولت نہیں ہوتی وگرنہ وہ نور ہی نہیں کہلائے گا نیز قرآن اپنے آپ کو "تبیان کل شی" (ہر چیز کو کھول کر بیان کرنے والا) قرار دیتا ہے۔ لہذا وہ کسی اور کی وضاحت کا محتاج نہیں ہو سکتا۔(وگرنہ وہ ہر چیز کے لئے تبیان کیسے ہوگا۔)

۲۔ قرآن کا مذکورہ چیلنج اس صورت میں درست ہے جب قرآن کے اندر کافی مقدار میں ہدایت اور روشنی کا سامان ہو۔ قرآن نے دوسروں کو دعوت دی ہے کہ وہ اسے پڑھیں اور اس میں غور کریں تاکہ ہدایت حاصل کریں اور جان لیں کہ عام لوگ اس طرح کی تعالیم پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

بنابر ایں قرآن ایک چیلنج پیش کر رہا ہے اور یہ چیلنج اس وقت درست ہے جب:

الف) قرآن اور اس کے مفاہیم کا سمجھنا سب کے لئے (حتیٰ کہ کافر اور مشرکوں تک کے لئے بھی) میسر ہو۔

ب) قرآن کا سمجھنا کسی اور چیز یہاں تک کہ رسولؐ اور صحابہؓ کے بیان پر بھی) موقوف نہ ہو۔

۳۔ بہت سی احادیث میں حکم دیا گیا ہے کہ احادیث کا موازنہ قرآن کے ساتھ کیا جائے تو یہ بات اس صورت میں معقول ہے کہ احادیث میں جو کچھ رسول سے معقول ہے قرآن میں بھی اس کا سراغ مل جائے۔ پس اگر قرآن کو سمجھنا احادیث پر موقوف ہو تو اس سے "دور" لازم آئے گا۔(دور علم منطق کی ایک اصطلاح ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ امر محال ہے۔ یہاں بھی اگر ہم کہیں کہ حدیث کو سمجھنا قرآن کو سمجھنے پر موقوف ہے اور قرآن کو سمجھنا حدیث پر تو یہ "دور" ہوگا کیونکہ اس صورت میں حدیث کو سمجھنا خود حدیث پر موقوف ہوگا۔)

علامہ فرماتے ہیں:

فالحق ان الطریق الی فهم القرآن الکریم غیر مسدود و ان البیان الٰہی والذکر الحکیم بنفسه هو الطریق الهادی الی نفسه' ای انه لا یحتاج فی تبیین مقاصدها الی طریق' فکیف یتصور ان یکون الکتاب الذی عرفه الله تعالیٰ بانه هدی و انه نور و انه تبیان لکل شی مفتقراً الیٰ ها دغیره و مستنیراً بنور غیره و مبیناً بامر غیره۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کو سمجھنے کا راستہ مسدود نہیں ہے نیز قرآن کریم بذات خود اپنی طرف رہنمائی کرتا ہے یعنی وہ اپنی وضاحت کے لئے کسی اور ذریعے کا محتاج نہیں۔ اللہ نے اپنی جس کتاب کو "هدی" اور "نور" اور "تبیان لکل شی" قرار دیا ہے' اس کے بارے میں یہ تصور کیسے کیا جاسکتا ہے کہ وہ کسی اور رہنما کا محتاج ہو اور کسی دوسرے کی روشنی سے منور ہو نیز کسی اور چیز کی بدولت واضح ہو؟ (۳۵)

پہلی دلیل کا تنقیدی جائزہ

یادرہے کہ پہلی دلیل کا محور علامہ کی یہ عبارت ہے:

وجعله هدی و نوراً و تبیاناً لکل شی۔ فما بال النور یستنیر بنور غیره و ماشان الهدی یهتدی بهدایة سواه و کیف یتبین ما هو "تبیان لکل شی" بشئی دون نفسه

اللہ نے اسے نور اور ہر چیز کو واضح کرنے والا قرار دیا ہے۔ پس وہ نور کیسا جو کسی اور نور سے روشن ہو؟ اور وہ ہدایت ہی کیسی جو کسی اور سے رہنمائی حاصل کرنے والی ہو اور وہ اپنے علاوہ کسی اور چیز سے کیسے واضح ہو سکتی ہے؟

پھر اسی سلسلے میں کہتے ہیں:

"و اما آیات الاحکام فقد اجتبینا تفصیل البیان فیها لرجوع ذالك الی الفقه"

جواباً یہ عرض کیا جاسکتا ہے کہ:

الف: کہ علامہ نے خود ہی آیات احکام اور معاد سے مربوط بعض آیات کو مستثنیٰ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی وضاحت کے سلسلے میں صرف قرآن پر اکتفا نہیں کیا جاسکتا بلکہ ان کی وضاحت کے لئے رسولؐ اور معصومینؑ کی احادیث کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔

یہاں سوال یہ ہے کہ قرآن کے "تبیان " اور "نور "ہونے کا اصول قابل استثنا ہے ؟ یعنی کیا یہ ممکن ہے کہ قرآن کی بعض آیات تو تبیان اور نور ہوں لیکن بعض آیات "تبیان " اور "نور "نہ ہوں ؟

اگر ہم یہ مان لیں کہ قرآن کی تمام آیات "تبیان " اور "نور "ہیں اور یہ بھی مان لیں کہ نور و تبیان ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ ان کی وضاحت و تفسیر کے لئے رسول اور آئمہ کے بیانات کی ضرورت نہیں تو اس صورت میں احکام اور معاد سے مربوط آیات کو مستثنیٰ قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ ان کو بھی "تبیان " اور "نور "ہونا چاہیے اور اپنی تفسیر کے لئے کسی دوسری چیز کا محتاج نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اگر ہم یہ کہیں کہ قرآن "تبیان " اور "نور "ہونے کے باوجود اس کی بعض آیات کی تفسیر "سنت " کی محتاج ہے تو اس صورت میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں رہ جاتی کہ ہم دیگر مقامات پر قرآن کی تفسیر کو سنت اور فرامین معصومین سے بے نیاز قرار دیں اور یہ کہیں کہ چونکہ قرآن "تبیان " اور "نور "ہے اور اسے کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں بنابر ایں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ قرآن کی بعض آیات (خواہ وہ احکام و معاد سے مربوط ہوں یا دیگر آیات) کی تفسیر کے لئے احادیث و سنت سے مدد لینے کی ضرورت ہے لیکن اس کے باوجود قرآن "تبیان " اور "نور "ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کا مجموعی طور پر "نور "ہونا اس بات کے منافی نہیں کہ اس کی کچھ آیات متشابہ اور مبہم ہوں اور انکی تشریح و تفسیر کے لئے احادیث اور اقوال معصومین سے مدد لینے کی ضرورت ہو کیونکہ قرآن کے "نور ' ھُدیٰ اور تبیان "ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مجموعی طور پر ایسا ہے اور یہ ہرگز مراد نہیں کہ قرآن کی ہر ہر آیت "تبیان لکل شیء "ہو۔ وگرنہ یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ قرآن کی بعض آیات متشابہ ہیں۔

علاوہ ازیں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کی ہر ہر آیت "تبیان لکل شیء " ہے لیکن صرف معصوم ہستیوں کے لئے جو اس کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہیں جو وارثان کتاب ہیں ' ہر شخص کے لئے نہیں۔

خلاصہ یہ کہ قرآن نور 'ھُدیٰ اور تبیان ہے کیونکہ وہ حق و باطل کو الگ کرتا ہے اور یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ برحق کتاب ہے۔ اگرچہ اس کتاب کی بعض حقائق سے آشنائی رسول کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ خود علامہ اپنی تفسیر میں جا بجا "واللہ اعلم " لکھتے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ آیت کی حقیقت ان کے لئے پوری طرح واضح نہیں ہوئی۔ نیز کبھی اپنی کوتاہی ادراک کا اقرار کرتے ہیں۔ مثلاً "دابۃ الارض " کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا معنی میری سمجھ میں نہیں آرہا یعنی یہاں قرآن کی روشنی میں وہ اس کا مفہوم نہ سمجھ سکے پس ثابت ہوا کہ اس لفظ کی شرع بیان معصوم پر موقوف ہے۔

دوسری دلیل کا تنقیدی جائزہ

علامہ طباطبائی المیزان کی تفسیر کی تیسری جلد کے صفحہ ۸۴ پر رقمطراز ہیں۔

"اگر تم یہ سوال کرو کہ قرآن تو بس غور فکر اور سمجھنے کے لئے نازل کیا گیا ہے تو جواباً کہوں گا جس طرح قبلاً ذکر ہو چکا کہ قرآن کی بعض آیات تمام لوگوں (خواہ وہ کافر ہوں یا مومن ہوں نیز وہ نزول قرآن کے وقت موجود ہوں یا غیر موجود ہوں) کو قرآن میں غور و فکر کرنے اور اسے سمجھنے کی دعوت دیتی ہیں خاص کر قرآن کی یہ آیت

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْراً

کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں کثیر اختلاف پاتے۔ (۳۶)

یہ آیت واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ غور و فکر اور محض تدقیق کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے۔ یوں قرآنی آیات کے درمیان نظر آنے والے اختلافات کی گتھیاں سلجھ جاتی ہیں۔ یاد رہے کہ یہ آیت ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس دلیل کا ماحاصل کچھ یوں ہے۔

۱۔ قرآن سب لوگوں کے لئے اترا ہے نہ کہ کسی خاص جماعت کے لئے۔

۲۔ قرآن لوگوں کو دعوت دیتا ہے تاکہ وہ وحی کے معانی و مفاہیم میں غور و فکر کریں۔

۳۔ ان دو باتوں کی روشنی میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر قرآنی مفاہیم پر غور و فکر کیا جائے تو وہ سارے لوگوں کے لئے قابل فہم ہیں اور لوگ قرآن کی حقانیت نیز قرآنی معارف کو سمجھنے میں قرآن سے ہٹ کر کسی اور چیز کے محتاج نہیں اور بقول علامہ:

لا معنى لا رجاع فهم معانى الآيات الى فهم الصحابه و تلامذتهم من التابعين حتى الى بيان النبى

اس بات کا کوئی مطلب نہیں بنتا کہ آیات کے معانی کے ادراک کو صحابہ، ان کے شاگردوں، تابعین یہاں تک کہ نبی کریمؐ کے فہم پر موقوف قرار دیا جائے یعنی علامہ کے خیال میں یہ کہنا درست نہیں کہ قرآن فہمی کے لئے صحابہ اور انکے شاگردوں کے افکار کو سمجھنے کی ضرورت ہے بلکہ قرآن فہمی خود رسول اللہ کے بیانات سے بھی بے نیاز ہے کیونکہ قرآن اس قدر روشن اور روشنی بخش ہے کہ اسے دوسری روشنیوں کی ضرورت نہیں یعنی باقی چیزیں اس کے مقابلے میں سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہیں۔

علامہ طباطبائی کی یہ دلیل بھی ناقص ہے کیونکہ قرآنی آیات میں غور و فکر کی دعوت عام کا مقصد یہ نہیں کہ

قرآن پورے کا پورا سارے لوگوں کے لئے قابل فہم ہو بلکہ اگر قرآن کی آیات کا ایک معتدبہ حصہ محکم و مبین آیات پر مشتمل ہوں تو اس صورت میں بھی تمام لوگوں کو قرآن میں غور و فکر کی دعوت دینا درست ہے تاکہ وہ اس طرح سے قرآن اور رسالت کی حقانیت کو محسوس کریں نیز یہ یقین کرلیں کہ وہ قرآن جیسی برحق کتاب اور کہیں نہیں پا سکتے۔ قرآن میں غور و فکر کی دعوت عام اس بات پر ہرگز موقوف نہیں کہ اس کی تمام آیات ہر شخص کے قابل درک اور واضح ہوں بلکہ اس کے ایک بڑے حصے کا قابل فہم ہونا ہی اس بات کے لئے کافی ہے کہ قرآن میں غور و فکر کی دعوت دی جائے نیز یہ بھی یاد رہے کہ قرآن کے اجزاء اور حصوں کو بھی قرآن کہا جاتا ہے۔

تیسری دلیل کا تنقیدی جائزہ

علامہ تیسری دلیل کو یوں بیان کرتے ہیں:

"آنحضرت سے منقول متواتر احادیث جن میں آپؐ سے منقول احادیث کا موازنہ قرآن سے کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان کا مفہوم اسی صورت میں معقول اور درست ہوگا جب آنحضرتؐ سے منقول تمام باتوں کا ذکر قرآن میں موجود ہو اور قرآن کی روشنی میں ان کو سمجھنا ممکن ہو لیکن اگر قرآن کی روشنی میں احادیث کو سمجھنے کا کام احادیث پر موقوف ہو تو ظاہر ہے کہ یہ (منطق کی اصطلاح میں) "دور" ہے جو باطل ہے۔ (۴۷)

۱۔ احادیث کی صحت کو قرآن کی روشنی میں جانچنا چاہیے یعنی قرآن کو احادیث کی شناخت کا معیار بنانا چاہیے۔

۲۔ قرآن احادیث کی شناخت کا معیار اسی وقت بن سکتا ہے جب قرآن کے اندر ان سب باتوں کا ذکر ہو جن کا ذکر احادیث میں ہوا ہو۔

۳۔ اگر قرآن کے اندر وہ سب باتیں موجود ہوں جو احادیث میں موجود ہیں اور ان کو سمجھنا ممکن بھی ہو تو پھر قرآن کو سمجھنے کے لیے احادیث کا سہارا لینے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

۴۔ اگر ہم یہ کہیں کہ اگرچہ احادیث کو سمجھنا قرآن پر موقوف ہے۔ اس کے باوجود قرآن کو سمجھنے کے لئے بھی احادیث کا سہارا لینے کی ضرورت ہے تو اس سے "دور" لازم آئے گا جو یقیناً ایک باطل اور ناممکن چیز ہے۔ ("دور" یہ ہے کہ کسی چیز کا وجود خود اسی چیز پر موقوف ہو)

علامہ کے استدلال پر غور کیا جائے تو ہم دیکھیں گے کہ یہاں کوئی "دور" لازم نہیں آتا۔ "دور" اس وقت لازم آتا ہے جب کسی چیز کا اثبات اسی زاویے سے اس چیز کے اثبات پر موقوف ہو لیکن اگر زاویے مختلف ہوں تو پھر "دور" لازم نہیں آتا۔ اگر قرآن کا حدیث پر موقوف ہونا اسی زاویے سے ہو جس زاویے سے حدیث کا قرآن پر موقوف ہونا تو پھر دور لازم آئے گا لیکن اگر زاویے مختلف ہوں تو کوئی دور یا محال لازم نہیں آتا۔ یہاں بھی احادیث کو قرآن کے معیار پر جانچنے کا مقصد صحیح اور غلط احادیث کو الگ کرنا ہے۔ قرآن کی کسوٹی پر احادیث کو جانچنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں

کہ قرآن میں ہر ہر حدیث کے بارے میں صریح تبصرہ موجود ہو اور تمام احادیث قرآن کے اندر موجود ہوں بلکہ اس موازنے کے نتیجے میں یہ معلوم کرنا مقصود ہے کہ وہ روایات قرآن کے اندر موجود تعلیمات و فرامین کی منافی نہ ہوں۔ جن احادیث میں روایات کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی حدیث کا مضمون قرآن کے منافی ہو تو اسے دیوار پر دے مارو۔ (فاضربوه علی الجدار) اور یہ نہیں کہا گیا کہ اگر ان کا ذکر قرآن میں نہ ملے تو ان کو دیوار پر دے مارو۔

احادیث کا موازنہ قرآن کے ساتھ کر کے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ قرآنی تعلیمات کی مخالف ہیں یا نہیں۔ اگر مخالف ہیں تو ان کی حیثیت ختم ہو جانی چاہیے لیکن جو احادیث قرآن کی منافی نہ ہوں ان کی یہ دو صورتیں ہو سکتی ہیں :

الف) ان کے بارے میں قرآن کے اندر کچھ نہ کہا گیا ہو۔

ب) ان کی تائید میں صریحاً یا اجمالاً کچھ نہ کچھ کہا گیا ہو۔

خلاصہ یہ کہ احادیث کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھنے کا مقصد یہ دیکھنا ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات کی منافی ہیں یا نہیں۔ دوسری طرف سے قرآن کا مطالعہ احادیث کی روشنی میں کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بعض آیات کی وضاحت و تشریح ہو جائے جس کے بغیر قرآن کو سمجھنا ممکن نہ ہو۔ پس یہ دو مختلف زاویے ہیں اور جب زاویے مختلف ہوں تو وہ نہ "دور" ہوگا نہ محال۔

علاوہ ازیں یہ بھی مد نظر رہے کہ قرآن کی متعدد آیات سے خود قرآن کو توضیح و تشریح کے لئے دوسری چیزوں کی طرف رجوع کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے :

اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاس

ہم نے آپ کے اوپر یہ قرآن اتارا تاکہ آپ اسے لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کریں۔ (۳۸)

ثابت ہوا کہ لوگوں کے لئے قرآن کو کھول کر بیان کرنے کی ضرورت ہے نیز ارشاد قرآنی ہے :

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

یہ قرآن ان لوگوں کے سینوں میں موجود کھلی ہوئی آیات ہیں جن کو علم عطا کیا گیا ہے۔ (۳۹)

اس قسم کی آیات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ قرآن کو سمجھنے سے عاجز ہوں وہ ان لوگوں کی طرف رجوع کریں جن کو علم عطا کیا گیا ہے۔ عملی طور پر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے مفسرین کے تفصیلی بیانات کے باوجود قرآن کی بعض آیات کا مفہوم بالکل واضح نہیں جیسا کہ علامہ بذات خود "دابة الارض" کے بارے میں فرماتے ہیں :

قرآن کی دیگر آیات کی روشنی میں دابۃ الارض کے معنی کو جاننے کی ہم نے جس قدر بھی کوشش کی ہم اسے نہ سمجھ سکے "

یہ ماننے بغیر چارہ نہیں کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے کبھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر معصومین کی روایات و احادیث سے راہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس کے باوجود ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن (اپنی شرح آپ کرنے والا) ہے اور قرآن کو سمجھنے کے لئے قرآن ہی کافی ہے۔ بشرطیکہ قرآن کو قرآن سے سمجھنے والا کوئی معصوم ہو کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ قرآن کے اندر ایسے نکات موجود ہوں جو قرآنی مشکلات کو حل کرنے کی چابی ہوں لیکن ان کا علم معصوم ہستیوں کے پاس ہی ہو اگرچہ یہ نکات اشارات و رموز کی صورت میں ہی کیوں نہ ہوں۔ باالفاظ دیگر معصوم ہستیوں کے پاس قرآن کے ذریعے قرآنی مشکلات کو حل کرنے کا نسخہ موجود ہے لیکن غیر معصوم لوگوں کے پاس یہ صلاحیت موجود نہیں جس کی وجہ سے وہ پورے قرآن کی تفسیر خود قرآن سے نہیں کر سکتے۔ اس صورت میں مذکورہ بالا طویل بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی لیکن موضوع بحث یہ ہے کہ کیا غیر معصوم افراد قرآن کو سمجھنے کے لئے معصوم ہستیوں کے بیانات سے رہنمائی حاصل کرنے کے محتاج ہیں یا نہیں خواہ یہ احتیاج پورے قرآن کے بارے میں ہو یا بعض آیات قرآنی کے معاملے میں۔ تفسیر المیزان کی تیسری جلد میں علامہ کے مذکورہ بیانات سے صریحاً یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ غیر معصوم لوگ بھی غور و فکر اور تحقیق و تدقیق کے ذریعے کسی دوسری چیز کا سہارا لئے بغیر قرآن کو قرآن ہی کی روشنی میں سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن ہم نے دیکھ لیا کہ یہ بات ایک حد تک تو درست ہے لیکن قرآن کو حدیث کی روشنی کے بغیر ہر مقام پر سمجھ لینا ممکن نہیں۔

چند نکات

۱۔ علامہ طباطبائی (رحمۃ اللہ علیہ) چونکہ قرآن کی تفسیر قرآن کے ذریعے کرنے کے لئے کمر بستہ تھے اس لئے ان کی توجہ زیادہ تر آیات قرآنی پر مرکوز رہی ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے مقدور بھر سعی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تفسیر کئی ایک زاویوں سے دیگر تفاسیر کے مقابلے میں ممتاز اور قابل قدر نظر آتی ہے۔ بہت سی دیگر تفاسیر میں قرآن کی کسی آیت کا جائزہ لیتے وقت ان زاویوں پر کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی ہے۔

۲۔ قرآن میں بعض آیات یقیناً ایسی ہیں جو تفسیر و توضیح کی محتاج ہیں اور ان کی وضاحت قرآن کی دیگر آیات سے ہوتی ہے۔ یہ اصول موجبہ جزئیہ کے طور پر قابل انکار ہے۔ یعنی تفسیر القرآن بالقرآن کا اصول ایک حد تک تو یقینی ہے لیکن قرآن کی ہر آیت کے بارے میں اس اصول کا جاری ہونا قابل قبول نہیں۔

۳۔ قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر کرنے میں علامہ کا مطلوب و مقصود یہ ہے کہ قرآن کی جامعیت عظمت اور برتری کے پہلو کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کیا جائے۔ ان کا مقصد یہ ہر گز نہیں کہ تفسیر اور دیگر علوم کے معاملے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر آئمہ معصومینؑ علیھم السلام کے قول و فعل کی حیثیت اور حجیت کا انکار کیا جائے چنانچہ وہ تفسیر القرآن بالقرآن کی روش کے بارے میں خود احادیث معصومینؑ سے استدلال کرتے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

۱) شہید مرتضیٰ مطہری نے علامہ کے بارے میں یہ تاثرات ان کی زندگی میں ارشاد فرمائے۔

۲) مجلہ ماہی پژوہشہای قرآن' شمارہ ۹' ۱۰' ۱۳۷۶ ھ ش' قم' ایران

۳) ایضاً

۴) ایضاً

۵) مجلہ البینات' شمارہ ۲' ص ۱۱۷' قم

۶) کتاب مہر تابان' تہرانی' ص ۴۴

۷) تفسیر المیزان' ج ۱۶

۸) المیزان ج ۵' ص ۱۵۴

۹) المیزان ۱/۱۸۷ و فاطر' ۷

۱۰) المیزان ج ۵' ص ۲۰' النساء ۸۲

۱۱) قرآن در اسلام فارسی' ص ۶۵

۱۲) البقرۃ' ۳۰

۱۳) اعراف' ۶۹

۱۴) یونس' ۱۴

۱۵) النمل' ۶۲

۱۶) المیزان' ج ۲ ص ۱۳۴۔۱۳۹' ج ۳' ص ۱۰

۱۷) المیزان' ج ۳' ص ۲۶۱۔۲۷۷' المیزان ج ۴' ص ۱۹۸

۱۸) المیزان ج ۱' ص ۲۱۹' البقرۃ' ۸۷

۱۹) المیزان ج ۷' ص ۱۶۲

۲۰) النجم' ۵۰

۲۱) اعراف' ۶۹

۲۲) احقاف' ۲۱

۲۳) القمر ۲۰' الحاقہ ۷

۲۴) اعراف' ۶۹

۲۵) حم سجدہ ۱۵' الشعراء ۳۰

۲۶) الشعراء اور دیگر سورتیں

۲۷) روش علامہ طباطبائی تفسیر المیزان ص ۲۲۶

۲۸) المیزان ج ۱ ص ۴۲۱۔۴۲۴

۲۹) المیزان' ج ۱' ج ۶

۳۰) خطبہ نہج البلاغہ' ۱۳۱

۳۱) نحل' ۸۹

۳۲) زمر ۳۶

۳۳) النساء ۸۲

۳۴) المیزان ج ۳' ص ۸۴' چاپ جامعۃ المدرسین' قم

۳۵) المیزان' ج ۲' ص ۸۶' چاپ جامعۃ المدرسین قم

۳۶) النساء' ۸۲

۳۷) المیزان' ج ۳' ص ۸۵

۳۸) النحل' ۴۴

۳۹) عنکبوت ۶۹

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

129